Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 33-40
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

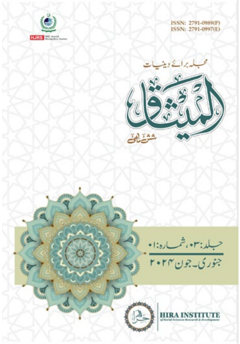

ابن رشد کا فقہ القارن میں منہج: بدایۃ المجتہد کا تجزیاتی مطالعہ

Ibn-e-Rushd's Methodology in Comparative Jurisprudence: An Analytical Study of Bidāyat al-Mujtahid

1. Ayesha Maqbool ayeshamaqbool285@gmail.com	*Lecturer (Islamic Studies), Government Girls Associate College, 97/Rb Johal, Faisalabad.*
2. Dr. Hafiz Usman Ahmad usmanahmad.is@pu.edu.pk	*Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.*

How to Cite: Ayesha Maqbool and Dr. Hafiz Usman Ahmad. 2024: "Ibn-e-Rushd's Methodology in Comparative Jurisprudence: An Analytical Study of Bidāyat al-Mujtahid". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (01):33-40.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
15-02-2024	23-03-2024	04-04-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

ابن رشد کا فقہ المقارن میں منہج: بدایۃ المجتہد کا تجزیاتی مطالعہ

Ibn-e-Rushd's Methodology in Comparative Jurisprudence: An Analytical Study of Bidāyat al-Mujtahid

1. **Ayesha Maqbool**
Lecturer (Islamic Studies), Government Girls Associate College, 97/Rb Johal, Faisalabad.
ayeshamaqbool285@gmail.com

2. **Dr. Hafiz Usman Ahmad**
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
usmanahmad.is@pu.edu.pk

Abstract:

Fiqh, serving as the ethical and legal framework of Islamic life, has long guided Muslim communities. In the mid-20th century, a collective endeavour emerged aimed at addressing contemporary challenges faced by the Muslim *Ummah*. This movement emphasized the importance of transcending individual jurisprudential schools of thought in favour of a unified, collective approach to problem-solving. Central to this paradigm shift was the concept of *Fiqh al-Muqārin*, or comparative jurisprudence. Across the Islamic world, jurisprudential opinions and principles of *Ijtihād* (independent legal reasoning) exhibit remarkable uniformity. *Ibn-e-Rushd*, in his seminal work "*Bidāyat al-Mujtahid*," elucidated a straightforward method for employing preference in legal matters based on clear arguments. His contributions not only enhanced the stature of jurisprudential discourse but also facilitated access to the decision-making processes rooted in *Qur'ānic* and *Ḥadīth* sources. This article delves into *Ibn-e-Rushd's* strategies and methodologies in the realm of comparative jurisprudence, offering a comprehensive analysis of his approach. Employing both exploratory and analytical methodologies, this research aims to provide insights into *Ibn-e-Rushd's* enduring influence on Islamic legal thought and his contributions to the development of jurisprudential discourse.

Keywords: *Fiqh al-Muqārin, Bidāyat al-Mujtahid, Ibn Rushd, Jurisprudence, Methodology.*

تمہید

فقہ مقارن جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے کسی بھی فقہی مسئلہ میں مجتہدین کی متعدد و متنوع آراء میں موازنہ و مقارنہ کے بعد قوی دلائل کی بنیاد پر کسی ایک رائے کو ترجیح دینے کا نام ہے۔ فقہ اسلامی کے ابتدائی ادوار میں اس کے لیے علم الخلاف کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی۔ محمد سعید رمضان البوطی کے مطابق فقہی مسائل میں مختلف فقہی مسالک کی آراء کو جمع کرنا اور ان میں تقابلی مطالعہ کرنا فقہ مقارن کہلاتا ہے۔[1] فقہ مقارن میں عموماً اختلافی مسائل پر بحث کی جاتی ہے اور صورتِ مسئلہ، مختلف فقہاء و مجتہدین کی آراء، ان کے دلائل، منشاء اختلاف مناقشہ و ترجیح جیسی ابحاث شامل ہوتی ہیں۔ محمد تقی الحکیم لکھتے ہیں:

جمع الآراء المختلفة في المسائل الفقهية والموازنة بينها بالتماس ادلتها وترجيح بعضها على بعض[2]

فقہی مسائل میں مختلف آراء کا جمع کرنا اور دلیل کے ساتھ ان کا موازنہ کرنے کے بعد دلیل کی بنیاد پر کسی ایک رائے کو ترجیح دینا فقہ مقارن کہلاتا ہے۔

فقہ مقارن امت مسلمہ کی ایک مشترکہ اور اجتماعی فقہ کا نام ہے جس کی نمایاں خصوصیات مختلف فقہی و قانونی مسائل پر یکساں موقف اور یکساں منہج استدلال ہے۔ اسی بناپر اجتماعی اجتہاد کے اداروں کا مقصد بھی یہی بیان کیا جاتا ہے کہ مختلف فقہی آراء کا دلائل سے جائزہ لیا جائے اور باہمی مشاورت کے نتیجے میں کسی ایک رائے کو اختیار کر لیا جائے۔

موضوع کی اہمیت اور مقصد

فقہ اسلامی زندگی کا اخلاقی اور قانونی مجموعہ ہے جو انفرادی واجتماعی زندگی کے تمام معاملات میں راہنمائی کرتا ہے۔ بیسویں صدی کے نصف میں جدید مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک اجتماعی تحریک کا آغاز ہوا۔ اس رجحان کا مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا حل کسی ایک متعین فقہی مکتب فکر کے پاس نہیں بلکہ ایک مشترکہ اجتماعی فقہ کے پاس ہے۔ تمام مکاتب فکر کو سامنے رکھ کر مسئلے کا حل نکالنا ہی معاصر مسائل کے حل کو مضمر ہے اسی فکر نے فقہ المقارن (تقابلی مطالعہ) کے اسلوب کو اجاگر کیا۔ فقہِ مقارن کے حوالے سے بحث کے لیے تاریخ اسلامی کی معروف شخصیت ابنِ رشد کا انتخاب کیا گیا ہے چنانچہ مقالہ ہذا میں ان کی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد کی روشنی میں فقہِ مقارن کے ضمن میں ان کا اسلوب و منہج بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس کے علاوہ علماء کی فقہی آراء کا بغور مطالعہ بھی مقالہ کا حصہ ہے تاکہ مسئلہ کے تمام پہلو نمایاں ہوں اور تفہیم آسان ہو۔

ابن رشد کی مختصر سوانح

ابن رشد اندلس کے جس عرب خاندان میں پیدا ہوئے وہ نہایت معزز خاندان شمار کیا جاتا تھا اور اپنے علم و فضل کے لیے مشہور تھا۔ اس طرح حکومت میں بھی اس خاندان کے افراد معزز عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ آپ کا سن پیدائش 520ھ / 1126ء ہے۔ ابن الابار اور یافعی کے نزدیک یہی تاریخ صحیح ہے۔[3] ابن رشد کے خاندان میں سب سے پہلے ان کے دادا محمد بن رشد کا نام منظر عام پر جلوہ گر نظر آتا ہے۔ آپ کا مکمل نام محمد بن احمد بن احمد بن رشد قرطبی اور کنیت ابو ولید تھی۔ آپ کا شمار مالکی مسلک کے ائمہ میں ہوتا ہے۔ ابن رشد کے والد قرطبہ کے قاضی تھے۔[4]

ابن رشد نے ملک کے عام رواج کے موافق اپنے والد سے قرآن اور موطا کو حفظ کرنا شروع کیا۔ اس سے فراغت کے بعد عربی دانی اور فنون وادب کی جانب متوجہ ہوئے جو اس زمانہ میں اندلس کے نصاب تعلیم کے لازمی جزو تھے۔[5] ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس زمانہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم بھی لازمی خیال کی جاتی تھی۔ یہ آپ کے خاندانی علوم تھے۔ آپ کے باپ دادا قرطبہ کے قاضی و جامع مسجد کے امام تھے۔ آپ نے حدیث اور فقہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنے وقت کے اجلہ محدثین کی طرف رجوع کیا۔ اور حافظ ابوالقاسم بن بشکوال، ابومروان بن میسرۃ، ابو بکر بن سمحون، ابو جعفر بن عبد العزیز ابو عبد اللہ ماذری سے حدیث کی اور حافظ ابو محمد بن رزق سے فقہ کی تحصیل کی۔[6]

ابن رشد 595ھ میں مراکش میں بیمار ہوئے اور جمعرات کے دن 9 صفر 595ھ مطابق 10 دسمبر 1198ء دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف کوچ کر گئے۔[7] لیون افریقی نے ابن رشد کا سال وفات 1206ھ تحریر کیا ہے جبکہ عبد الواحد مراکشی کی روایت کے مطابق وفات کے وقت ابن رشد کی عمر اسی برس کی تھی کیوں کہ انہوں نے ابن رشد کا سال ولادت 514ھ تحریر کیا ہے۔[8]

بدایۃ المجتہد کا سبب تالیف

بدایۃ المجتہد ابنِ رشد کی مشہور اور عوام وخواص میں مقبول کتاب ہے۔ کتاب کی تالیف کے مقصد کو خود بیان کرتے ہوئے

رقمطراز ہیں کہ میرا مقصد یہ ہے کہ میں اپنے لئے یادداشت کے طور پر بہت سے اتفاقی اور اختلافی مسائل واحکام مع دلائل لکھوں اور ان میں اختلافی نکات پر متنبہ کروں ایسے اختلافی نکات جو اصول و قواعد کی حیثیت رکھتے ہوں۔ ان مسائل کے لئے جن سے شرع نے سکوت کیا ہے اور وہ مسائل ایک مجتہد کے سامنے پیش ہوں۔ یہ مسائل زیادہ تر وہ مسائل ہیں جن کا شریعت میں ذکر ہے۔[9] معلوم ہوا کہ اتفاقی واختلافی مسائل کو ایک جگہ جمع کرنا اور دلائل کے ذریعے اختلافی نکات کو واضح کر کے راجح رائے کو فوقیت دینے کی خاطر ابن رشد نے اس کتاب کو تالیف فرمایا۔

بدایۃ المجتہد کے منہجی خصائص

اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ ابن رشد کی کتاب بدایۃ المجتہد کو وقتِ تالیف سے تاحال علمی حلقوں میں اعلیٰ مقام حاصل رہا ہے۔ یہ مقام ابن رشد کے خاص اسلوب اور منہج کی بنا پر ہے جسے انہوں نے کتاب میں اختیار کیا ہے۔ ذیل میں بدایۃ المجتہد کے اسلوب و منہج کی نمایاں خصوصیات اور پہلوؤں کو بیان کیا جاتا ہے:

- اتفاقی واختلافی مسائل پر مبنی بہترین مجموعہ مسائل۔
- اختصار اور جامعیت کا حسین امتزاج
- سہل اسلوب اور مباحث کی عمدہ ترکیب و تفہیم
- مجتہدانہ انداز میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا بیان اور راجح رائے کی تعیین۔
- مسلکی تعصبات سے پاک اور کسی بھی مسئلہ میں قوتِ دلیل کی بنا پر کسی رائے کو فوقیت دینا۔

ابن رشد کے اصولِ ترجیح کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

ابن رشد اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں اتفاقی اور اختلافی مسائل، ان کے جملہ دلائل اور اختلافی نکات کو ضبط تحریر میں لائے ہیں۔ فقہ مقارن جو کسی بھی مسئلے میں متعدد و متنوع آراء میں موازنہ و مقارنۃ کے بعد قوی دلائل کی بنیاد پر کسی ایک رائے کو ترجیح دینے کا نام ہے میں ابن رشد کا اسلوب ان کے اصولِ ترجیح کی بدولت معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ضروری ہے کہ مذکورہ کتاب کے مسائل کی روشنی میں یہ اصول معلوم کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ آئندہ سطور میں اس اصول کو چند امثلہ کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: غلہ اور پھلوں کا نصاب اور ان میں وجوبِ زکوۃ

علماء کا اختلاف ہے کہ غلہ اور پھلوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو نصاب کی تعیین کس طرح ہو گی؟ سبب اختلاف عموم وخصوص کی باہم مخالفت ہے۔ مذکورہ مسئلہ کی بابت ابن رشد کہتے ہیں کہ خاص اور عام میں تعارض ہو تو خاص کو ترجیح ہو گی مگر یہ ترجیح صرف اس جزء میں ہو گی جس میں ان کا باہم تعارض ہے اور عام کا باقی تمام حکم واجب العمل رہے گا۔ مثال کے طور پر اس سلسلہ میں دو حدیثیں وارد ہیں۔ عموم کا مفہوم اس حدیث سے سمجھ میں آتا ہے کہ جس زمین کو آسمان سیراب کرے اس میں دسواں حصہ ہے اور جس کی سینچائی کی جائے اس میں بیسواں حصہ ہے۔[10] جبکہ خصوص کا پتہ درج ذیل حدیث سے چلتا ہے۔

لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ۔[11]

پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں۔

ابن رشد کہتے ہیں جن فقہا نے یہ سوچا کہ خصوص عموم پر استوار ہوتا ہے انہوں نے کہا نصاب ناگزیر ہے اور یہی مشہور ہے۔ جنہوں نے سوچا کے عموم اور خصوص میں تعارض ہے جب کہ یہ معلوم نہیں کہ کون سی حدیث اول زمانہ کی ہے اور کون سی بعد

کی تو ان کے نزدیک عموم کے ذریعہ خصوص اور خصوص کے ذریعہ عموم بھی منسوخ ہو جاتا ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے۔[12]

جمہور کا خصوص کو عموم پر ترجیح دینا اُس جز میں سے ہے جس عموم پر میں دونوں ترجیح دینے کے باب سے ہے جس سے حدیثوں میں تعارض ہے۔ یہی وہ سبب ہے جس نے جمہور کو یہ کہنے پر مجبور کیا کہ عام کی بنا خاص پر ہوئی ہے جب کہ در حقیقت یہ بنا کا عمل نہیں ہے کیوں کہ ان دونوں میں تعارض موجود ہے سوائے اس کے کہ خصوص عموم سے متصل ہو اور استثنا ہو جائے۔ اس عموم سے امام ابو حنیفہ کا استدلال کرنا کمزور ہے کیونکہ حدیث مقدار واجب کی وضاحت کے لیے آتی ہے۔[13]

مسئلہ: وتر کا وجوب

فقہا کا اختلاف ہے کہ سنت سے ثابت کو واجب کہا جائے یا فرض جو بے معنی ہے؟ اختلاف کا سبب متعارض احادیث ہیں اور ابن رشد ایسی صورت میں مشہور حدیث کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ احادیث جن کا مفہوم صرف پانچ نمازوں کا وجوب ہے اس سیاق میں نص کی حیثیت رکھتی اور مشہور ہیں۔ ابن رشد کے نزدیک ترجیح انہیں ہی حاصل ہے۔ مثال کے طور پر ان میں سب سے واضح وہ حدیث ہے جو حدیث اسرا کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا مفہوم ہے کہ جب فرض کی تعداد پانچ تک پہنچ گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جائیں آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دوبارہ گفتگو کی تو اللہ نے جواب دیا یہ پانچ کی تعداد ہے اور پہلے پچاس کی تعداد تھی اب میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔[14] اسی طرح ایک اعرابی والی حدیث بھی مشہور ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے اسلام کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں۔ اس نے پوچھا کہ ان کے علاوہ اور بھی کچھ؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ:

لا إلا أن تطوع۔[15]

نہیں، سوائے اس کے کہ تم نفلی طور پر پڑھ لو۔

حدیث الاسراء میں اللہ کا قول ہے کہ میرے قول میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اس کا متبادر مفہوم یہی ہے کہ ان نمازوں میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہو اگرچہ کمی نہ ہونے کے سلسلہ میں یہ حدیث زیادہ واضح ہے اور خبر میں نسخ داخل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مشہور حدیث کی بنا پر ابن رشد وتر کی عدم وجوب کے قائل ہیں۔

مسئلہ: دوران خطبہ نماز پڑھنا

علما نے اس شخص کے سلسلہ میں اختلاف کیا ہے جو نماز جمعہ کے لیے آئے اور امام منبر پر ہو، کیا وہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بعض فقہا کا خیال ہے کہ وہ نہیں پڑھ سکتا۔ اختلاف کا سبب قیاس کا حدیث کے عموم سے تعارض ہے۔ ابن رشد کے نزدیک قیاس کے ذریعے نص کی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔ مذکورہ مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

إذا جاء أحدكم المسجد فليركع ركعتين۔[16]

جب کوئی تم میں سے مسجد میں آئے تو دو رکعت پڑھے۔

اس حدیث کے عموم کا تقاضا ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا ہر شخص جمعہ کو بھی دو رکعت ادا کرے خواہ امام منبر پر خطبہ دے رہا ہو۔ دوسری جانب خطبہ کو خاموشی سے سننے کا حکم تقاضا کرتا ہے کہ کسی ایسی چیز میں آدمی مشغول نہ ہو جو اس میں حائل ہو خواہ وہ عبادت ہی کیوں نہ ہو۔ اس حدیث کے عموم کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

إذا جاء أحدكم المسجد والإمام يخطب فليركع ركعتين خفيفتين[17]

جب کوئی تم میں سے مسجد میں آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو اسے چاہیے کہ دو چھوٹی رکعتیں پڑھ لے۔

اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔ ان کی اکثر روایتوں کے الفاظ اس طرح ہیں کہ نبی ﷺ نے مسجد میں داخل ہونے والے شخص کو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس میں جب تم میں سے کوئی مسجد آئے کے الفاظ نہیں ہیں۔ یہیں سے یہ اختلاف سامنے آیا کہ کیا منفرد راوی کی روایت میں موجود اضافہ قابل قبول ہو گا جب کہ اس کے اصحاب اس پہلے شیخ سے روایت کرنے میں اس کے مخالف ہوں جس سے روایت میں ان کے درمیان اتفاق ہے یا قابل قبول نہیں ہو گا؟ اگر اضافہ ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے کیوں کہ مقام اختلاف میں وہ نص ہے اور نص کی مخالفت قیاس کی وجہ سے نہیں کی جا سکتی۔

مذکورہ اصولِ ترجیح کی ایک مثال نمازِ جمعہ میں مسنون قراءت کا مسئلہ ہے۔ اکثر فقہا کی رائے ہے کہ نماز جمعہ میں مسنون یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الجمعۃ کی قراءت ہو کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا اکثری عمل رہا ہے۔ اختلاف کا سبب فعل کے حال کی قیاس سے مخالفت ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ دوسری نمازوں کی طرح اس میں بھی کوئی سورۃ متعین نہ ہو جبکہ فعل نبوی ﷺ تقاضا کرتا ہے کہ سورۃ متعین ہو لہٰذا اس سلسلہ میں سنت نبوی ﷺ کو ہی ترجیح حاصل ہو گی۔[18]

مسئلہ: تعریض میں حد واجب ہو گی یا نہیں؟

علما کا اتفاق ہے کہ جب تہمت ان دونوں معنوں کے ساتھ ہو تو صریح الفاظ کی موجودگی میں حد واجب ہو جائے گی اور اگر تعریض کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو اس میں علما کا اختلاف ہے اور یہاں ابن رشد عرف کی بنا پر ترجیح کا موقف اختیار کرتے ہیں۔ مسئلہ کی تفصیل میں ابن رشد کہتے ہیں کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ تحریر بھی عرف کا درجہ حاصل کر لیتی ہے اور استعمال نص صریح کا بدل بن جاتا ہے اگرچہ اس میں استعمال کئے گئے الفاظ اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے یعنی استعارہ کی زبان استعمال کی گئی ہو۔ اس کی مثال یہ پیش کی ہے کہ امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام ثوری، امام ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک تعریض میں حد نہیں ہے مگر امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک تعزیر ضرور ہے۔ صحابہ سے حضرت ابن مسعود یہی رائے رکھتے ہیں۔ امام مالک اور ان کے اصحاب کی رائے ہے کہ تعریض میں بھی حد ہے۔ یہ مسئلہ حضرت عمر کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ ان کے درمیان اختلاف رائے ہو گیا اور حضرت عمر نے اس میں حد نافذ کی۔[19]

مسئلہ: کیا قسم کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے؟

علما میں اختلاف ہے کہ کیا قسم کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ امام مالک اور جمہور علما اس بات پر اتفاق کرتے ہیں قسم کی بنیاد پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے جو حدیث خویصہ کے نام سے معروف ہے۔ علماء حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔[20] دیگر فقہاء جو عدم جواز کے قائل ہیں کا کہنا ہے کہ قسم کھلا کر فیصلہ کرنے کا ثبوت احادیث میں کہیں ثابت نہیں۔ یہ جاہلی طریقہ کار تھا۔ آپ ﷺ نے عربوں سے نرمی برتی تاکہ انہیں بتا سکیں کہ اسلامی اصولوں میں قسم کی بنیاد پر فیصلہ کرنا لازم نہیں ہے۔ اس لئے اُن سے آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم پچاس قسمیں کھانے کو تیار ہو (خون کے اولیا کے حق میں)؟ لوگوں نے کہا۔ ہم کیسے قسم کھا سکتے ہیں جبکہ ہم نے دیکھا نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر یہود تمہارے لئے قسمیں کھالیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کفار کی قسم کا اعتبار کیوں کر کریں گے؟[21] مذکورہ مسئلہ میں ابن رشد عقلی دلیل کو وجہِ ترجیح بناتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں: قسم کے قائل فقہا اور خاص طور سے امام مالک یہ سمجھتے ہیں کہ قسم کی سنت ایک انفرادی سنت ہے اور تمام دوسری مخصوص سنتوں کی طرح یہ بھی اصول کی تخصیص کر دیتی ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اس کی علت خون کو تحفظ فراہم کرنا ہے چونکہ قتل میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اور قاتل

واردات تنہائی کی جگہوں میں انجام دیتا ہے اس لئے اس میں قسم اور حلف کی سنت جاری کرنے سے خون کی مزید حفاظت ہو گی۔ مگر یہ علت چوروں اور ڈاکوؤں میں بھی پائی جاتی ہے۔ چور کے خلاف گواہی فراہم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یہی حال لٹیرے اور ڈاکو کا ہے یہی وجہ ہے کہ امام مالک نے لٹیروں کے خلاف اسی مظلوم کی گواہی قبول کی ہے اگرچہ یہ اصول کے خلاف ہے کیونکہ محروم و مظلوم اپنے سلب کردہ مال کا دعویدار ہے۔[22]

مسئلہ: نجاستِ کلب

کتا نجس ہے یا نہیں؟ فقہاء کی اس بارے میں مختلف آراء ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے کتے کے جھوٹے کو نجس بتایا ہے اور جس برتن میں اس نے منہ ڈالا ہو اس کو دھونے کے لیے عدد کی شرط نہیں لگائی کیوں کہ یہ نجاستوں کو دھونے میں کارفرما قیاس سے متصادم ہے۔ امام شافعی نے کتے کو زندہ حیوان سے مستثنیٰ کیا ہے اور یہ رائے قائم کی ہے کہ کتا نجس نہیں بلکہ اس کا لعاب نجس ہے اور اس کے شکار کو دھونا واجب ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ کتے کا جھوٹا بہا دیں اور برتن کو دھوئیں کیوں کہ یہ ایک عبادت ہے جس کی کوئی علت نہیں ہے اور جس پانی میں اس نے منہ ڈالا ہے وہ نجس نہیں ہو گا۔ پانی کو چھوڑ کر دوسری اشیا کو بہانے کی جن میں کتے نے منہ ڈالا ہو ضرورت نہیں۔ یہ امام مالک کا مشہور مسلک ہے۔

مذکورہ مسئلہ میں ابنِ رشد کے نزدیک اصولِ ترجیح کتاب اللہ کا ظاہری مفہوم نظر آتا ہے۔ ابن رشد کہتے ہیں امام مالک نے یہ گمان کیا کہ اگر اس سے یہ سمجھا جائے کہ کتا نجس العین ہے تو کتاب کے ظاہر کی مخالفت ہو گی۔ مثال کے طور پر قرآن میں ہے کہ جس شکاری جانور جس جانور کو شکار کریں تو اسے کھانے کی اجازت ہے۔[23] حالانکہ پکڑنے میں لعاب کا شکار کردہ جانور سے تلوث لازمی ہے۔ نیز لعاب کل کا جز ہے اگر جز کو نجس تسلیم کیا جائے تو کل کو بھی نجس تسلیم کرنا پڑے گا جو مذکورہ آیت مبارکہ کے ظاہری مفہوم کے بالکل خلاف ہے۔ لہذا آیت کی بنا پر ترجیح اسی موقف کو ہو گی کہ کتا نجس نہیں۔ نیز کتا جس برتن میں منہ ڈال دے اسے دھونے میں تعداد کا ذکر ہے جبکہ دیگر نجاستوں میں تعداد مذکور نہیں۔ اگر یہ بھی نجس ہوتا تو یہاں بھی عدد کی شرط نہ ہوتی کیونکہ طہارت کا حصول امر تعبدی ہے جس میں عدد کی کوئی عقلی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔[24]

نتائج بحث

- بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد فقہ پر ایک منفرد کتاب ہے۔ ابن رشد نے اپنی اس کتاب میں ترجیح کا اسلوب اختیار کر کے لوگوں کے لیے آسانی کا راستہ بھی فراہم کیا کہ وہ واضح دلائل کی روشنی میں آسان موقف کو اختیار کر سکیں۔
- فقہِ مقارن میں ابن رشد نے جن اصول ترجیح کو مدِ نظر رکھا ان میں عام و خاص کے تعارض میں خصوص کو ترجیح ہونا، قیاس و نص کے متعارض ہونے کی صورت میں نص، کتاب اللہ کے ظاہری مفہوم، عرف کی بنا پر اور عقلی دلیل کی بنا پر ترجیح کے اصول ملتے ہیں۔ انہی اصولوں کی بنا پر ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں اختلافی مسائل میں کسی رائے کو ترجیح دی ہے۔
- باوجود اس کے کہ ابن رشد مالکی المسلک ہیں تاہم ان کا اپنی کتاب میں مذکورہ اصولوں کی روشنی میں ترجیح کے اصول اور معیارات قائم کرنا فقہِ مقارن کے تصور کی جھلک ہے جو ان کی کتاب میں نظر آتی ہے۔ گو کہ فقہِ مقارن کا تصور ایک جدید تصور ہے تاہم اس کا تذکرہ فقہ کی قدیم کتاب میں ملنا ابن رشد کی غیر متعصب فکر اور سوچ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔
- اختلافی مسائل میں دلیل کی مضبوطی کی بنا پر موقف قائم کرنے کی بدولت ابن رشد نے متعین مسلک یا فکر پر کاربند رہنے کے اس جمود کو توڑا جو اب تک چلا آرہا تھا۔

- فقہِ مقارن جو عصرِ حاضر کی ایک اہم ضرورت بھی ہے کی تشکیل میں ابنِ رشد کی سوچ اور فکر سے استفادہ کثیر فوائد کا باعث ہو سکتا ہے جس کے لیے ان کی کتاب بدایۃ المجتہد اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 البوطی، احمد سعید رمضان، محاضرات فی الفقه المقارن، (دمشق: دار الفکر، 1980ء)، ص6۔

2 تقی الحکیم، سید احمد، الاصول العامة للفقه المقارن، (قاہرۃ: دار الطباعۃ للنشر والتوزیع، 1997ء)، ص9۔

3 الیافعی، ابو محمد عبد اللہ بن اسعد، مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1997ء)، 3/225۔

4 ابن فرحون، ابراہیم بن علی بن محمد، الدیباج المذهب في طبقات علما المذهب، (قاہرۃ: دار التراث للطبع والنشر، 1426ھ)، 278۔

5 رینان، ارنست، ابن رشد والرشدیة، مترجم: مولوی معشوق حسین، (حیدرآباد دکن: دار الطبع جامعہ عثمانیہ، 1929ء) ص29۔

6 ابن فرحون، الدیباج المذهب، ص284۔

7 ابن ابی اصیبعۃ، احمد بن القاسم، عیون الانباء فی طبقات الاطباء، (دمشق: دار الفکر، 1999ء)، ص224۔

8 رینان، ابن رشدوالرشدیة، ص17۔

9 ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد القرطبی، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد، (قاہرۃ: مکتبۃ ابن تیمیۃ، 1415ھ)، 1/2۔

10 ابن ماجۃ، محمد بن یزید، السنن، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الزروع والثمار، رقم الحدیث: 1816۔

11 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیمادون خمسة أوسق صدقة، رقم الحدیث: 1412۔

12 ابن رشد، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد، 2/81۔

13 ایضاً، 2/361۔

14 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الانصار، باب فی المعراج، رقم الحدیث: 3887۔

15 الغماری، احمد بن محمد بن صدیق، الهداية في تخريج أحاديث البداية، (دمشق: دار الکتب، 1999ء)، 2/247۔

16 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، ابواب الصلوٰۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی ترک القراءة خلف الامام اذاجهرالامام بالقراءة، رقم الحدیث: 315۔

17 الغماری، الهداية في تخريج أحاديث البداية، 3/280۔

18 ابن رشد، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد، 2/235۔

19 ایضاً، 1/119۔

20 ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الادب، باب مایقال عندالغضب، رقم الحدیث: 4780۔

21 ابن رشد، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد، 1/117۔

22 ایضاً۔

23 سورۃ المائدۃ 5:3۔

24 ابن رشد، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد، 2/75۔